بدن آئینہ سا دمکتا ہوا — گل باغ خوبی لٹکتا ہوا
اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل — جوانی کی شب کا سماں برمحل
قیافے سے ظاہر سراپا شعور — جبیں پر برستا شجاعت کا نور
دلے عشق کی تیغ کھائے ہوئے — کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں — وہ جتنی کہ آئی تھیں سب مر گئیں
شتابی سے جا کر کہا واں کا حال — کہ اے شاہزادی صاحب جمال
عجب سیر ہے سیر مہتاب میں — یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں
کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم — جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم
اٹھا پائے گلگوں کو جلد اے نگار — نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار
نہیں اور کچھ تم نہ کیجیو ہراس — چلی آؤ ٹک ان درختوں کے پاس
گئی اس جگہ جب وہ بدر منیر — اور اس نے جو دیکھا شہ بے نظیر
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل — نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل
غرض بے نظیر اور بدر منیر — گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر
رہی کچھ نہ تن من کی سدھ بدھ اسے — نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ اسے
تھی ہمراہ اک اس کے دخت وزیر — نہایت حسین اور قیامت شریر
زبس تھی ستارہ سی وہ دلربا — اسے لوگ کہتے تھے نجم النسا
شتابی سے لا اس نے چھڑکا گلاب — تب آئی تنوں میں ذرا ان کے تاب
وہ اٹھنے تو اٹھی یہ حیران سی — گل شبنم آلودہ گریاں سی
وہ شہزادۂ دل شدہ تو ٹھٹک — وہیں رہ گیا نقش پا سا بھچک[1]

[1] بھچک۔ حیران ۱۲ آسی

کہ وہ نازنیں کچھ جھجک منہ چھپا — کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
چلی اس کے آگے سے منہ موڑ کر — وہیں نیم بسمل اسے چھوڑ کر
وہ گدّی[1] وہ شانے وہ پشت کمر — وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

پلا ساقیا ساغر مشک بو — کہ ہے مجھ کو درپیش تعریف مو
سر شام سے دے یہاں تک شراب — کہ مستی میں دیکھوں رخ آفتاب
کروں اس کے بالوں کا کیا میں بیاں — نہ دیکھا کسی رات میں یہ سماں
وہ زلفیں کہ دل جس میں الجھا رہے — الجھنے سے جی جن کے سلجھا رہے
کنگھی وہ چوٹی کھنچی صاف صاف — کناری کا پیچھے چمکتا موباف[2]
کہوں اس کی چوٹی کا کیا رنگ ڈھنگ — کہ جوں آخری شب ہو چھٹکے کا رنگ
نمایاں تھی یوں اوڑھنی سے چمک — کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک
موباف زری نے کیا ہے غضب — دیا ہے گرہ دن کو دنبال شب
سنگاروں میں وہ سب سے گو ہے اتار[3] — یہ کہتے ہیں چوٹی کا اس کو سنگار
نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا — کہ اک نور ہے اس کے پیچھے پڑا
گل و سنبل اس پر سے قربان ہے — کہ اس کی لٹک میں عجب آن ہے
لڑی تھی زبس سحر سے اس کے سانٹھ[4] — شب و روز کر دے رکھا اس نے گانٹھ

[1] گدّی۔ گردن کا پچھلا حصہ ۱۲ [2] فیتہ یا پٹی جسے عورتیں چوٹی میں گوندھتی ہیں ۱۲
[3] اتار۔ کم درجہ۔ کم رتبہ ۱۲ [4] سانٹھ۔ سازش ۱۲ آسی۔

ولے ہاتھ آتا ہے اُس کا کٹھن
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالے کا من

اُلٹ کر نہ دیکھے اُسے ہوشیار
کہ وہ اک ستارہ ہے دنبالہ دار

وہ پیٹھ اُس کی شفاف آئینہ سال
تس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں

کہوں اُس کے عالم کا کیا ماجرا
کہ جوں ہووے دریا پہ کالی گھٹا

بھری تھی دلوں سے زبس اُس کی مانگ
بہت دل لیے اُس سے کنگھی نے مانگ

دل عاشق اُس پر سے قربان ہے
کہ مشاطہ[1] کا سر پہ احسان ہے

کشاکش میں تھا ورنہ جینا تو ہیچ
بھلے کو رکھا اُس نے ڈھیلا ہی پیچ

غرض حسن کا اُس کے ہے سب یہ بھید
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید

کرے سرخ جو کوئی اُس میں موباف
کرے خون دل اپنا اُس کو معاف

کیا قتل گو اُس نے دل کو تو کیا
شفق کا نہیں شام پر خوں بہا

کہاں تک کہوں اُس کی چوٹی کی بات
کہ تھوڑا ہے سوانگ اور بڑی ہے یہ رات

دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول
ولیکن یہ ہو عرض میری قبول

بہت مو شگافی جو کی میں نے یاں
گھٹانے کی جاگہ نہ تھی درمیاں

تس اوپر جو پوری نہ بیٹھی مثال
ہوئی ہے مری فکر مجھ پر وبال

اب اس پیچ سے باہر آتا ہوں میں
سماں ایک تازہ دکھاتا ہوں میں

غرض وہ مری جب دکھا اپنے بال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال

ادائیں سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی

غضب منہ پہ ظاہر ولے دل میں چاہ
نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

[1] مشاطہ۔ کنگھی کرنے والی عورت مجازاً وہ عورت جو بناؤ سنگھار کراتی ہے ۱۲ آسی۔

یہ ہے کون کم بخت آیا یہاں
میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں

یہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی جا کے اپنے وہ دالان میں

دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک میں آفتاب

کہ اتنے میں آئی وہ دخت وزیر
لگی ہنس کے کہنے کہ بدر منیر

مجھے چوچلے[1] تو خوش آتے نہیں
ترے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں

مری طرف ٹک دیکھ تو ہائے ہائے
مثل ہے کہ من[2] بھائے منڈیا ہلائے

کیا ہے اگر تو نے گھایل اسے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اُسے

ٹک[3] اک حظ اُٹھا زندگانی کا تو
مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو

مئے عیش کا جام اب نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

یہ حُسن و جوانی یہ جوش و خروش
غفورست ایزد تو ساغر بنوش

کہاں یہ جوانی کہاں یہ بہار
یہ جوبن کا عالم بھی ہے یادگار

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

سبھی یوں تو دنیا کے ہیں کاروبار
ولے حاصل عمر ہے وصل یار

خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
کریں یک دگر جلوۂ مہر و مہ

کہاں چاہ والے ہیں یوسف عزیز
اری باؤلی چاہ میں کر تمیز

ترے گھر میں آیا ہے مہماں غریب
یہ ہے واردات عجیب و غریب

شتابی سے مجلس کو تیار کر
تو اس گل سے گھر رشک گلزار کر

[1] چوچلا۔ ناز نخرے کی باتیں ۱۲ [2] من بھائے منڈیا ہلائے۔ یعنی جی چاہے اور انکار کرے ۱۲ [3] ٹک۔ اک۔ ذرا اک ۱۲۔

بلا ساقیانِ گل اندام کو
نگہ ساتھ گردش میں لا جام کو

شب و روز پی مل کے جامِ شراب
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

یہ سُن سُن کے وہ نازنیں مسکرا
لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا

میں سمجھی تراجی گیا ہے اُدھر
بہانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پہ دھر

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش
ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی تو غش

مجھی پر تو چھڑکا تھا تم نے گلاب
بھلا میری خاطر بلاؤ شتاب

یہ آپس میں رمزوں کی باتیں ہوئیں
اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں

بلا لائی جا اُس جوان کے تئیں
کیا میزبان میہمان کے تئیں

بلا اک مکاں میں بٹھایا اُسے
محل کا سماں سب دکھایا اُسے

پھر اُس نازنیں نے پکڑ اُس کا ہاتھ
بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ

داستان ملاقات کرنا بدر منیر کا بے نظیر سے

بلا ساقیا مجھ کو صہبائے عیش
ملی ہے نصیبوں سے یہاں جائے عیش

بہم مل کے بیٹھے ہیں دو رشکِ مہ
قِرانِ[1] مہ و مہر ہے اس جگہ

ہر اک برج رشکِ گلستاں ہے آج
بہارِ وصالِ غریباں ہے آج

بزور اُس کو لا کر بٹھایا جو واں
نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیاں

وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے

منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

لہ قران نجوم کی اصطلاح میں دو سعد ستاروں کے باہم اتصال کو کہتے ہیں ۱۲ آسی

پسینا پسینا ہوا سب بدن
کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن

گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب
رہے شرم سے پائے بند حجاب

اُنھوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا
ہوئی دل میں اپنے وہ نجم النسا

گلابی کو لا اُن کے آگے دھرا
پیالے کو بھر جلد اُس نے بھرا

کہا شاہزادی کو میٹھی ہے کیا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سے لگا

ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
لب لعل شیریں کو ٹک کھول تو

میں صدقے ترے تجھ کو میری قسم
کئی ساغر اس کو پلا دمبدم

یہ دیکھ اس کی منت پیالہ اُٹھا
ادھر سے پھرا منہ کو اور مسکرا

کہا بادہ نوشی سے ہو جس کو ذوق
پیے یہ پیالہ نہیں اُس کا شوق

کہا شاہزادے نے ہنس کر کے یوں
پیوں میں کسی کے نہورے[1] سے کیوں

غرض ہو کے آپس میں راز و نیاز
پیے دو پیالے بصد امتیاز

پھر آخر کو شہزادے نے بھی اُٹھا
پیالہ بھرا اور اُس کو دیا

جب آپس میں چلنے لگے جامِ مُل
مندے غنچہ ساں دل کھلے مثلِ گل

ہوئی یک دگر پھر تو تفتیشِ حال
لگی ہونے آپس میں قال و مقال

کھلا بند جس دم درِ گفتگو
جواں نے حقیقت کہی مو بمو

کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب
جتایا سب اپنا حسب اور نسب

پری کا بھی احوال ظاہر کیا
چھپے راز سے اس کو ماہر کیا

کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے
زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

لہ نہورا۔ منت سماجت۔ احسان۔ رائے ثقیلہ سے بھی بولتے ہیں ۱۲ آسی۔